ایک قرآن
ایک ترجمہ

[illegible]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون

علم والوں سے پوچھو
اگر تمہیں علم نہ ہو

(انبیاء ۷)

کتاب

۱- ایک قرآن ایک عمر

تحفہ بنام ____ علامہ [redacted] ____ جناب

بر مبارک موقع ____

____ ملاد ____

مؤرخہ ____ بمقام ____

تحفہ منجانب ____

عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم، عید الفطر، عید الاضحیٰ، روحانی مجالس و پروگرام، شادی، نکاح، امتحان، کاروبار میں کامیابی، کچھ مسرت تہواروں اور دیگر خوشی کے موقعوں پر یہ کتاب اپنے نزدیکی دور کے رشتہ داروں، احباب اور دوستوں کو بطور تحفہ پیش کریں۔

طلباء، نوجوانوں اور مبلغین کے لئے
[illegible]

کیا آپ کے گھر میں غلطیوں سے پاک مستند، جامع
اور مستند "اردو ترجمہ" قرآن پاک موجود ہے؟ ......
یہ بات آج ہی اس کتاب کے مطالعہ سے معلوم کی جا سکتی ہے ......
قرآن مجید کے "اردو ترجموں" میں حیرت انگیز فرق پر جامع اور تحقیقی کتاب
"اردو ترجمہ قرآن" کا مطالعہ شروع کرنے سے پہلے اس کتاب کو ضرور پڑھیں ورنہ رشد
ہدایت اس کتاب کا ہر ورق گواہ ہو گا کہ "قرآن کے صحیح اور غلط اردو ترجموں کی پہچان" آپ کے
سامنے تھی۔ مگر آپ نے مطالعہ کر کے اس پہ عمل نہیں کیا۔

ایک قرآن - ایک ترجمہ

(جلد اول و دوم) یکجا

موضوع

قرآن کے صحیح اور غلط اردو ترجموں کی پہچان

مؤلف

ارادۃ سلطان المجاہد ــــ طاہری

...لائبریری "فکر رضا و طاہر" اردو ہاؤس - چوک رحمانیہ
پیپلز کالونی - فیصل آباد پاکستان

موجودہ قرآن کے صحیح اور غلط اردو ترجموں کی پہچان

تصانیف [illegible] — سپرنٹ چودھریں صدی
یہ چین پندرھویں صدی [illegible] کا اصل مخاطب — تین گروہ اور بدعتیں
چوتھا گروہ کفار [illegible] توقف نظریہ — سیاسی اقتدار اور فرقہ
پرستی کی خاتمہ [illegible] سازی کتابت)
موازنہ قرآن فہمی [illegible] مصطفیٰ —
[illegible] میں — اور

ایک قرآن ایک ترجمہ

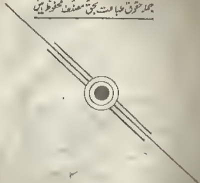
جلد

اوّل و دوئم

مؤلفہ

اراؤ سلطان المجاہد طاہری
سینئر سول انجینئر — او ٹی ایل اوکاڑہ

ناشر — دفتر لائبریری فکرِ رضا و طاھر [illegible] فیصل آباد
پاکستان



نام کتاب ——— ایک قرآن ایک ترجمہ

مصنف ——— ادارہ سلطان المجاہد طاہری

ناشر ——— مکتبہ فکر رضا و طاہر فیصل آباد

اشاعت ——— اول ستمبر ۱۹۸۶ء

تعداد ——— ایک ہزار

——— 20 × 30 / 8

الملا ملا جو را ہی

ادارہ سلطان المجاہد طاہری

اِنتساب

بنام

میرے پیر و مرشد حضرت

پیر طاہر علاؤ الدین مدظلہ

القادری الگیلانی البغدادی

کہ جنکی زیارت کر کے خدا یاد آجاتا ہے

بنام

اعلیٰ حضرت مجدد امام

احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ

کہ جنکی فہم و ادراک اور فکر سے ترجمانی کا حق

[illegible]

[illegible]

* بنام حضرت کرمانوالہ رحمۃ اللہ علیہ اوکاڑہ۔

حضرت سائیں عبد الرزاق رحمۃ اللہ علیہ ساہیوال پھلہ

حضرت حضور جی عصاروی رحمۃ اللہ علیہ رحیم یار خان

حضرت مفتی نور اللہ نعیمی رحمۃ اللہ علیہ بصیرپور

حضرت خورشید احمد رحمۃ اللہ علیہ ساہیوال خلیفہ امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ

جنکے قدموں میں اکثر حاضری دیتا رہتا ہوں۔

* حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی مدظلہ کے نام کہ جن کی تبحر علمی کا معترف ۱۹۶۶ء سے ہوں۔

* حضرت علامہ ڈاکٹر محمد طاہر القادری کے نام

کہ جن کی عصر حاضر میں بین الاقوامی سطح کی دینی خدمات روز روشن کی طرح متوقع ہیں۔ انشاء اللہ وقت قریب ہے کہ ان کی تحقیق اور اجتہادی فکر سے دنیائے اسلام فیض یاب ہوگی۔

• پیر طریقت، ابوالبیان حضرت مولانا غلام علی اوکاڑوی کے نام۔ جنکی بے مثال تقریری و تدریسی خدمات ہیں۔ اللہ انہیں صحت عطا فرمائے۔

* عالمی دعوت اسلامی کے مبلغین اور مجلس رضا کے معاونین کے نام۔ کہ جنکو اللہ تعالٰی کے فضل اور حضور کے صدقے بے لوث تبلیغ اور مفت کتب شائع کرنے کا اعزاز حاصل ہے۔

* صاحبزادہ سلطان فیاض الحسن آف سلطان باہو کے نام۔ جو خانقاہوں کے ان سجادہ نشینوں کے خلاف جہاد میں مصروف ہیں۔ جو شریعت و طریقت سے غافل ہیں۔ اور تیتر، بٹیر، گھوڑوں اور کتوں کے دلدادہ ہیں۔

از :- ابوالبیان بشیخ القرآن حضرت مولانا
مفتی غلام علی اوکاڑوی مدظلہ
پرنسپل دارالعلوم اشرف المدارس اوکاڑہ

*

پیش لفظ ـــــــ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفٰی۔

*

اعلیٰحضرت عظیم البرکت مولانا شاہ محمد احمد رضا خاں البریلوی قدس سرہ العزیز برصغیر کے وہ جلیل القدر عالم دین ہیں۔ کہ جن کے علم و فضل اور تبحر کو دیکھ کر عرب و عجم کے علمائے حق نے ان کو بڑے بڑے دینی القاب سے یاد فرمایا۔ جن کا ماحصل یہ ہے کہ امام اہلسنت ہیں اور چودھویں صدی کے مجدد برحق ہیں۔ مزید تفصیل کے لیے حسام الحرمین اور دولت مکیہ کی تقریظیں ملاحظہ فرمائیں) ان کے تجدیدی کارنامے ان کی تصانیف شریفہ سے ظاہر و باہر ہیں۔ جو سیکڑوں کی تعداد میں شائع ہو چکی ہیں۔

اور ابھی تک بہت سی کتب و حواشی غیر مطبوعہ
ہیں۔ یوں تو اعلیٰحضرت ہر علم و فن میں کمال
مہارت اور دسترس رکھتے تھے۔ تاہم کتاب و
سنت اور فقہ اسلامی میں وہ اپنے زمانے میں
بے نظیر اور بے عدیل تھے۔ علم فقہ میں انکی مہارت
اور وسعت نظری اور ژرف نگاہی کا زندہ
ثبوت انکا فتاویٰ رضویہ ہے۔ جو بڑی تقطیع
پر (۱۲) عظیم و ضخیم مجلدات پر حاوی ہے۔ قرآن
حکیم، تفہیم و ترجمانی کیلئے ان کا ترجمۂ قرآن کریم
موسوم بہ کنز الایمان۔ اس قدر مقبول اور مشہور ہو
چکا ہے۔ کہ نجدی اور انکے ایجنٹ بوکھلا اٹھے ہیں۔
اور حکومت سعودیہ اور عرب ریاستوں میں اس
کے داخلہ پر پابندی لگوا دی گئی ہے۔ پیش نظر کتاب
"ایک قرآن ایک ترجمہ" میں اس کے مؤلف و
مرتب راؤ سلطان المجاہد صاحب نے کنز الایمان
اور بعض دیگر مشہور تراجم کا تقابلی جائزہ پیش کیا
ہے۔ اور قرآن کریم کی بہت سی آیات کریمہ بطور نمونہ
پیش کرکے کنز الایمان کے محاسن اور خوبیاں اجاگر
کی ہیں۔ اس فقیر نے کتاب مذکور کا بیشتر حصہ دیکھا
ہے۔ راؤ صاحب نے ملک کے اکابر علماء اور ماہرین
علوم اسلامیہ اور محققین کی آراء کو کئی مقامات

پر پیش کیا ہے۔ اور دوسرے تراجم کے مقابلہ میں
امام اہلسنت کے ترجمہ کی امتیازی خصوصیات کا
سلیس زبان میں اسطرح ذکر فرمایا ہے۔ کہ اس سے
عام مسلمان بالخصوص سکولوں اور کالجوں کے مدرسین
اور طلبہ آسانی کیساتھ مستفیض یاب ہو سکتے ہیں۔
راؤ صاحب نے بالخصوص ان آیات کریمہ
کا انتخاب فرمایا جن کی ترجمانی کے وقت امام احمد
رضا خاں نے ترجمہ کے وقت تنزیہہ باری تعالیٰ
اور عصمت و عظمت انبیاء علیہم السلام کو خاص طور
پر مسلمانوں کے ایمانی عقیدہ کے مطابق پیش نظر رکھا
ہے۔ اللہ تعالیٰ سے یہی دعا ہے کہ وہ راؤ صاحب
کی اس محنت و کاوش کو شرف قبولیت عطا فرمائے۔

*

فقیر حقیر

ابو الفضل غلام علی اوکاڑوی غفرلہ

11 15/86

نماز فجر کی دو رکعت سُنّت

"(سنت الفجر) اوّل وقت پڑھنا اولیٰ ہے۔ حدیث شریف میں ہے۔ جب انسان سوتا ہے۔ شیطان تین گرہ لگا دیتا ہے۔ جب صبح اٹھتے ہی وہ رب عزّ وجل کا نام لیتا ہے۔ تو ایک گرہ کھل جاتی ہے۔ اور وضو کے بعد دوسری گرہ کھل جاتی ہے اور جب سنتوں کی نیت باندھی تو تیسری بھی کھل جاتی ہے۔
لہٰذا اوّل وقت سنتیں پڑھنا اولیٰ ہے۔"

(ملفوظات صفحہ 265)

نماز جمعہ

○ "سلطانِ اسلام یا اُس کے نائب یا اُس کے ماذون (اجازت یافتہ) کا" (حق ہے کہ وہ جمعہ پڑھائے)

○ (جہاں سلطانِ اسلام نہ ہو)
"وہاں عالمِ دین ہی سلطانِ اسلام ہے۔ وہ ہو یا اُس کا نائب یا اُس کا ماذون" (اجازت یافتہ)

(ملفوظات صفحہ 289)

قرآن کے صحیح اور غلط اردو ترجموں کی پہچان

(جلد اوّل)

آئینۂ عنوانات

صفحہ

آئینۂ محوات

قرآن کے صحیح اور غلط اردو ترجموں کی پہچان

ایک قرآن ایک ترجمہ (جلد دوئم)

حصہ سوئم تبلیغی درس 1 تا 30

صفحہ

جلد دوئم (حصہ چہارم)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ اور اُسکے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے ابتداء

اللہ اور اُس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک نام سے اس کتاب "ایک قرآن ایک ترجمہ" کو لکھنے کی ابتدا کر رہا ہوں۔ یہ کام ہمارے جید علمائے کرام کا ہے۔ اور میں علماء کے خادموں کا خادم بھی کہلوانے کا دعویٰ کروں تو اس قابل نہیں ہوں۔ عربی الفاظ کے معانی و مفہوم سے قطعی نا آشنا ہوں۔ بلکہ لکھی ہوئی عربی کو صحیح طور پر پڑھنے کی قدرت بھی نہیں رکھتا۔

اس کتاب سے قبل جب میں نے دوسری کتاب لکھنا شروع کی تھی تو اُس وقت بھی میں نے یہی سوچا تھا کہ یہ کام علمائے حق، محققین اور مقتدیانِ کرام کا ہے۔ اہل علم ادیب و مصنف حضرات اس میدان کے اہل ہیں۔ جبکہ ناچیز تو کچھ بھی نہیں ہے۔ نہ عالم دین، نہ ادیب، نہ تصنیف و تالیف کا تجربہ، نہ لغات و ادب سے آشنائی اور نہ الفاظ و نظریات میں رنگین کیفیت پیدا کرنے کا فن ـــــ اس لیے کئی مرتبہ حرف لکھا کر قلم اور کاغذ ایک طرف رکھتا رہا ـــــ مگر سوچا کہ جو ادیب اور مصنف نہیں ہیں ان کے بھی تو جذبات و خیالات ہیں تو کیوں نہ جو بھی ٹوٹی پھوٹی اردو مجھے آتی ہے۔ اسی کو ذریعہ تحریر بنالوں۔

اصل حیثیت تو کتاب میں بیان کیے گئے مقصد و مدعا کی ہوتی ہے اگر کتاب کے اندر مسلمانوں کیلئے وقت کی ضرورت کے مطابق مفید اور کارآمد باتیں نہیں ہونگی تو خالی الفاظ و عبارت کا حسن کیا کرے گا۔ لہٰذا میں نے

...نوجوانوں کا شعبہ منتخب کرتے ہوئے انکے لیے دو کتابیں "دو سپریم مین" (SUPREME MAN) "اور "سپر مین" (SUPER MAN) چھوٹی صدی ... کے نام سے شائع کیا - اور دوسری کتابوں کا مواد اکٹھا کرنا شروع کیا۔ کتابیں ابھی مراحل ہی میں تھیں کہ حضرت ملک شیر محمد خان اعوان آف کالا باغ اور مولانا عبد الحکیم شرف قادری جامعہ رضویہ لاہور اور دیگر صاحبان کی طرف سے میرے خطوط کے جواب موصول ہوئے۔ لہٰذا میں نے ان تمام کتابوں کا کام چند دنوں کے لیے ملتوی کر دیا اور وقت کی اہم ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے اس کتاب کو سب سے پہلے لکھنے کا فیصلہ کیا۔ یہ فیصلہ کرنے میں دو باتیں پیش نظر تھیں۔

پہلی بات یہ کہ میں نے سوچا کہ اتنا کام تو میں کر ہی سکتا ہوں کہ مختلف علمائے کرام کے تحقیقی تبصروں اور تقابلی جائزوں کو موثر ترتیب سے ایک کتاب میں جمع کر دوں۔ جب اس اہم ترین موضوع (جو آج کی کتابوں کی شکل میں ہے) کو ایک کتاب میں اکٹھا کر کے دلچسپ اور پرکشش شکل میں اسلامی بھائیوں کے سامنے پیش کیا جائے گا۔ تو یقیناً ان کو حق تک پہنچنے میں کوئی دشواری پیش نہیں آئے گی۔ یہ کتاب بنیادی طور پر ایک قسم کی ابتداء ہے۔ اس کا مقصد فقط یہی ہے کہ "مسلمانوں کو قرآن کی طرف متوجہ کیا جائے۔ کنز الایمان "قرآن" کے مستند اردو ترجموں" اور "غیر مستند اردو ترجموں میں ... کی پہچان کر سکیں ——— اور دوسرا مقصد یہ ہے کہ آج جدید علماء اور علمائے کرام کو دور حاضر کے اس اہم ترین موضوع پر قلم اٹھانے کیلئے آمادہ کیا جائے۔ جو "الحمد" سے لیکر "والناس" تک پورے قرآن پاک کا تحقیقی تبصرہ کا حق ادا کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔

ماہر و جید علمائے کرام کی "منظم ٹیم" ہی اتنے بڑے کام سے عہدہ برآ ہو سکتی ہے جب علماء کی ٹیم اس موضوع کو مکمل کرے گی تو کتاب ساٹھ (۶۰) سے بھی زیادہ جلدوں (ایک سپارہ کی دو جلدیں) پر مشتمل ہو سکتی ہے۔ دیکھنے میں منصوبہ پہاڑ نظر آتا ہے مگر ضرورت ایجاد کی ماں ہے۔ اللہ کے گھر میں دیر ہے اندھیر نہیں۔ انشاءاللہ وقت کی اس اہم ضرورت کو پورا کرنے کیلئے ضرور علمائے کرام میدان میں آئیں گے۔ اور اس عظیم منصوبہ پر کام شروع کر دیں گے۔

دوسری بات یہ ہے کہ میرے ذہن میں ایک عرصہ سے پانچ منصوبے ہیں۔ جن کے لیے میں نے اپنی ہمت، طاقت اور استطاعت و حیثیت کے مطابق کوشش اور جدوجہد کرنے کا تہیہ کیا ہوا ہے۔ پہلے منصوبہ کا تعلق میری ذات سے ہے (جس کے تحت میں کتابیں لکھ رہا ہوں۔ اور دوسرے کام کر رہا ہوں) ——— دوسرے، تیسرے اور چوتھے منصوبہ کا تعلق مؤرخین، معیشت دانوں اور سیاست دانوں سے ہے ان کے ساتھ خط و کتابت جاری ہے۔

——— پانچویں منصوبہ کا تعلق علمائے حق اور مفتیان کرام سے ہے۔ اس ضمن میں خط و کتابت یا ملاقاتوں کا سلسلہ جاری ہے۔ اس پانچویں منصوبہ میں میرا کام تو صرف اتنا ہے کہ خطوط اور ملاقاتوں کے ذریعے علمائے حق اور مفتیان کرام کی اس منصوبہ کی طرف توجہ مبذول کرواتا ہوں حتیٰ کہ وہ اس منصوبہ پر رات دن ایک کر کے کام شروع کر دیں۔ اور اس کو پایۂ تکمیل تک پہنچا کر ہی دم لیں۔ ہمارے علمائے کرام کیلئے یہ پانچواں منصوبہ دراصل ایک کٹھن کام ہے۔ اور اس میں اتنی زیادہ احتیاط کی ضرورت ہے کہ ذرا سی

بے احتیاطی بھی بہت دُور تک نقصان دہ ثابت ہوگی ۔

منصوبہ یہ ہے ——

" گزشتہ کئی سالوں کی تحقیق نے دُنیائے اسلام کو چونکا دیا ہے۔ اور یہ ثابت کر دیا ہے۔ کہ اعلیٰحضرت مجدد امام رضا نے اپنے ترجمۂ قرآن "کنز الایمان" میں کوئی اُردو لفظ ایسا نہیں رکھا ہے۔ جسکی کوئی خاص حکمت اور وسیع تر علمی مفہوم و معانی نہ ہوں۔ لہذا قرآن مجید کے دوسرے تمام "اردو ترجموں" کے ساتھ اعلیٰحضرت کے ترجمہ "کنز الایمان" کا تحقیقی موازنہ اور تقابلی جائزہ ہونا چاہئے۔ اور آج وقت کی اہم ضرورت ہے۔ علمائے حق وقت کی اس ضرورت کو اگر پورا کر دیتے ہیں۔ تو یقین کریں کہ آج کی نسل قرآن کے مطالعہ پر یوں ٹوٹ پڑے گی جس طرح کئی دن کا بھوکا پیاسا دسترخوان پر کھانے پر ٹوٹ پڑتا ہے۔ اس کام کو سرانجام دینے والے علمائے حق اور مفتیانِ کرام کی دورِ حاضر میں تو پذیرائی ہوگی ہی مستقبل کی تاریخ میں بھی اُن کا نام آبِ زر سے لکھا جائے گا۔ اور اس کارنامے پر ہر مسلمان آنکھ خوشی کے آنسوؤں سے تر ہو جائے گی۔ اس عظیم منصوبہ پر عمل درآمد کے دوران ایک پرہیز اور احتیاط ضروری ہے۔ ورنہ منصوبہ ناکام ہو جائے گا۔ احتیاط یہ ہے کہ تمام تبصروں اور تحقیقی و تقابلی جائزوں میں ایک سطر بھی ایسی نہ ہو جس میں تعصب گالی گلوچ اور غیر تبلیغی الفاظ پر مشتمل تحریر کا رنگ پایا جائے۔ بڑے صبر و تحمل سے فقط حق بیان کرنے کا مشن سامنے رکھ کر اس منصوبہ پر کام کرنا ہوگا۔ ورنہ نئی نسل ایسے علماء اور مفتیوں کے

قربت کی بجائے دُور بھاگے گی۔ اور رسوائی الگ ہوگی۔"

مذکورہ بالا پانچویں منصوبہ کے تحت میں نے بہت سے علمائے کرام کی خدمت میں خطوط ارسال کئے۔ بہت سی جگہوں سے جوابات تا حال موصول نہیں ہوئے اور ایسے علماء اور دانشور حضرات کی کمی نہیں۔ جنہوں نے بے حد حوصلہ افزا جواب دیئے ہیں۔ محترم ملک شیر محمد خاں، اعوان آف کالا باغ نے لکھا ۔

...... گرامی قدر !

"...... آپکی تجویز انتہائی مستحسن ہے مجھے اس سے اتفاق ہے میں آجکل سیرت نبویہ کی تالیف کے سلسلہ میں مصروف ہوں۔ فارغ ہونے پر آپ کی تجویز کے تمام پہلوؤں کا جائزہ لینے کے بعد اپنے فیصلے سے آپ کو مطلع کروں گا۔ میری طرف سے حضرت مولانا غلام علی صاحب اوکاڑوی مدظلہ کی خدمت میں ہدیۂ سلام پیش کر دیجئے گا۔"

آپ کا مخلص

شیر محمد خاں عفا اللہ عنہ

(15 - 2 - 86ء)

حضرت مولانا محمد عبد الحکیم شرف قادری کا جواب بھی آیا۔ دراصل یہی وہ خط ہے۔ جس نے مجھے مجبور کر دیا کہ میں یہ کتاب لکھوں۔ حضرت مولانا محمد عبد الحکیم شرف قادری لکھتے ہیں ۔

سلام مسنون !

" آپ کا ارسال کردہ مکتوب موصول ہوا۔ آپ کا منصوبہ بہت اہم ہے۔ راقم جو کام شروع کر چکا ہے وہ دو تین سال تک پورے ہوتے نظر نہیں آتے۔ کتنا اچھا ہو کہ آپ یہ کام کریں۔ آپکی فکر، آپ کا

جذبہ۔ آپ کا رسم الخط اور انداز سب موزوں ہیں۔ کم از کم آپ علماء سے رابطہ تو کر ہی سکتے ہیں۔"

والسلام
محمد عبدالحکیم شرف قادری
(11-2-86)

اس خط کی وجہ سے میں نے سوچا کہ مختلف علماء اپنے اپنے کاموں میں پہلے ہی مصروف ہیں۔ اور ان کے فارغ ہونے میں کم از کم سال دو سال لگ جائیں گے۔ پھر یہ منصوبہ بذاتِ خود اتنا بڑا ہے۔ کہ اس کی پہلی جلد چھپ کر مارکیٹ میں آتے آتے دو سال لگ جائیں گے۔ لہٰذا یہ بات چار سال سے بھی دور فاصلے پر جا پڑے گی۔ کیوں نہ اس دوران نمونے کے طور پر ایک کتاب میں خود ہی ترتیب دے دوں۔ اس سے ایک تو قبلہ حضرت محمد عبدالحکیم شرف قادری کی خواہش پوری ہو جائے گی۔ اور دوسرے علماءِ حق سے متعلق اس منصوبے کا ابتدائی خلا پُر کرنے کی کوشش میں مجھ ناچیز کی عملی شرکت بھی ہو جائے گی۔

○

مفتی اعظم علامہ اختر رضا خاں بریلی شریف کو لکھے گئے ایک خط میں میں نے تقابل تراجم پر کام کرنے کا ذکر بھی کر دیا تھا مفتی صاحب کی طرف سے جناب عبدالنعیم صاحب عزیزی ایڈیٹر "سنی دنیا" نے جواب دیا ہے۔

"...... مفتی اعظم علامہ اختر رضا خاں صاحب بہت بہت دعا کہتے ہیں۔ اور آپ کے کام کیلئے مبارکباد پیش کرتے ہوئے۔ اس کی تکمیل اور کتاب کی مقبولیت کیلئے بھی دعا کرتے ہیں"

دعائیہ الفاظ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب کی طرف سے بھی موصول ہوئے ہیں۔

"تقابل تراجم پر آپکی کاوش ان شاء اللہ مقبول و محمود ہو گی"

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد کی اعلیٰحضرت پر ایک کتاب "رہبر و رہنما" زیر کتابت ہے۔ جسکی بابت ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں۔

"یہ رسالہ آرٹ پیپر پر جدید انداز میں طبع ہوگا۔ تاکہ کالج اور یونیورسٹی کے طلبہ کو متوجہ کر سکے۔"

اسی خط میں ڈاکٹر صاحب کا یہ انکشاف ہمارے لیے ایک خوشخبری ہے۔ کہ کراچی سے ایک صاحب تقابل تراجم پر پی۔ ایچ۔ ڈی کر رہے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کی زبانی سنیئے۔

"ہاں یاد آیا کراچی میں ایک پروفیسر تقابل تراجم پر ڈاکٹریٹ کر رہے ہیں۔ آپکا کام اُن کیلئے بہت مفید رہے گا۔ احقر کے حوالے سے مندرجہ ذیل پتے پر رابطہ قائم کر سکتے ہیں۔

پروفیسر مجید اللہ قادری
4 - بی --- دالی جے۔ روڈ کراچی 5"

تقابل تراجم دراصل آج کے دور کا ایک "بنیادی شعبہ" بن کر ہمارے سامنے آ رہا ہے۔ اس ضمن میں حضرت مولانا قاری رضاء المصطفیٰ اعظمی خطیب نیو میمن مسجد بولٹن مارکیٹ کراچی سے خط و کتابت ہوئی۔ تو انہوں نے بے حد حوصلہ افزاء جواب عنایت فرمایا ہے۔ لکھتے ہیں۔

"زیرِ بحث موضوع کے بارے میں بارہا میں نے ارادہ کیا کہ دلجمعی کے ساتھ کچھ لکھوں۔ مگر مختلف موضوعات پر یہاں کام کر رہا ہوں۔ اس لئے تقابل تراجم کو شرح و بسط کے ساتھ لکھ نہیں سکا۔ بارہا امام اہلسنت

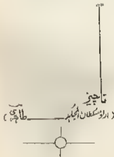
1۔ حالانکہ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ شغلہ سے کام لیکر یہ کتاب طلباء اور جوانوں کو قرآن کی طرف متوجہ کرنے کیلئے لکھی گئی ہے۔

اعلیٰحضرت کے ترجمہ کے نکات ذہن میں آئے ۔ ان کو میں کہیں نوٹ بھی نہ کر سکا ۔ البتہ میں نے یہ پروگرام بنایا تھا ۔ کہ اعلیٰحضرت کا ترجمہ بفضلہٖ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ الحمد للہ رب العلمین سے سورہ والناس کی سین " تک اس نیت سے پڑھوں گا کہ آیت خیر لفیہ یا کسی محلے کے ترجمہ کو اردو میں جب اعلیٰحضرت نے بیان کیا تو مفسرین کی کن تفسیر اور تشریح کو مدِ نظر رکھتے ہوئے ترجمہ فرمایا ....

اسلامی ساتھیو ! قرآن مجید کے اردو ترجموں پر " تقابلِ تراجم " آج ایک مستقل شعبہ کی شکل میں ہمارے سامنے آ رہا ہے ۔ یقیناً یہ وقت کی اہم ترین ضرورت بھی ہے ۔ اور ہمارے علماءِ کرام کیلئے ایک چیلنج ، ایک آزمائش اور ایک امتحان ہے انشاء اللہ ہمارے علماءِ کرام اس چیلنج کو نہ صرف قبول کریں گے ۔ بلکہ وہ اس شعبہ میں وہ قابلِ قدر خدمات انجام دیں گے ۔ کہ آئندہ نسلیں کوئی دقت محسوس نہیں کریں گی ۔ کہ کنز الایمان اردو ترجموں میں واحد ترجمۂ قرآن ہے ۔ جو کہ قابلِ اعتبار ، مستند ، جامع اور غلطیوں سے پاک ہے ۔
ہر چند علماءِ دین کے ذمہ ایک بار لگا دیا جائے ۔ کہ وہ اپنے دار العلوم میں ایک مفتی اور دو علماء کو تقابلِ تراجم کا تحقیقی کام سونپ دیں ۔ اور خود اس کام کی روزانہ نگرانی فرمائیں ۔ انشاء اللہ ایک سال میں پورے قرآن مجید کا تقابلی جائزہ مکمل ہو جائے گا ۔

میرے پیارے اسلامی ساتھیو !
" تقابلِ تراجم " کا کام ایک سمندر ہے ۔ اور مجھ جیسا بے علم گنہگار شخص اس مختصر کتاب کو سمندر میں ایک قطرہ بھی تصور کرے تو اس میں بھی مبالغہ ہوگا ۔ البتہ بطورِ ابتداء میری حقیر ترین یہ کاوش آپ

سامنے ہے ۔ اس کتاب میں غلطیوں کو میری کم علمی اور جہالت تصور کریں ۔ اور مجھے آگاہ فرمائیں تاکہ میں اصلاح کر سکوں ۔ اور اس کتاب میں جو خوبیاں ہوں ان کے وہی علماء مستحق ہیں ۔ جنہوں نے تقابلی تبصرے کئے ہیں ۔ یا پھر حضرت مولانا محمد عبد الحکیم شرف قادری مستحق ہیں ۔ جن کے حکم پر میں یہ کام کیا گیا ہے ۔
" میری خواہش ہے ۔ تو بس اتنی
" تمام مسلمان بھائی بہنیں میری والدہ ماجدہ کی صحتِ کاملہ اور میرے والد مرحوم کی مغفرت کیلئے دعا فرمائیں ــــ "



مصنف:-

منزلِ مُراد ـــــ اٹھارہ سال بعد

میرے والدین انڈیا (جیانی ضلع حصار) سے ہجرت کرکے جب ۱۱ نومبر ۱۹۴۷ء کو پاکستان پہنچے تو اُس وقت میری عمر تقریباً ایک سال تھی۔ (تاریخ پیدائش غالباً جنوری ۱۹۴۷ء ہے) اور یوں ہجرت کی سعادت حاصل کرنے والوں میں ناچیز بھی شامل ہے۔ گاؤں، گوبند پور چک ۱۰۷ حیدری تحصیل پاکپتن) کی مسجد میں قرآن مجید ناظرہ پڑھا۔ نماز میری اور خالہ رحمت، نے یاد کرائی پرائمری اور مڈل کے بورڈ کے امتحانات میں وظائف حاصل کیے جس کی وجہ سے شہر میں جاکر تعلیم حاصل کرنا آسان ہوگیا۔ آٹھویں جماعت تک دینی تعلیم نہ ہونے کے برابر تھی۔ اور مسلمانوں کے مختلف مکاتب فکر اور مسلک کے متعلق بہت ہی کم معلومات تھیں۔ صرف اتنا جانتا تھا کہ "میں ایک کٹر سُنی ہوں"۔

میٹرک میں گیا تو تعلیم کے علاوہ دو ہی دلچسپیاں تھیں۔ پہلی یہ کہ راجپوت برادری کے ساتھی طلباء سے ملاقاتیں ہوتی رہتی تھیں اور ایک تنظیم کی شکل میں اکٹھے ہوتے رہتے تھے۔ دوسری دلچسپی یہ تھی کہ دین کی طرف کچھ توجہ ہوئی اور سوچنا شروع کیا۔

"حق پہ کون ہے"

"دوسروں کو بھی سنا جائے"

... مرحوم، خطیب جامع مسجد دو بار بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ ... برادری کو کئی مرتبہ سنا۔ ابوالاعلیٰ مودودی کے لٹریچر کی طرف

... سے فارغ ہوا تو میرے اندر اتنی تبدیلی آچکی تھی کہ اب ... شروع کردیا تھا کہ۔

"اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے۔ اور قرآن و سنت میں تمام شعبہ ہائے زندگی کیلئے مکمل رہنمائی اور ہدایات موجود ہیں۔ بس فرق ہمارے علماء اور محققین کی فہم و ذکاء اور تبحرِ علمی کا ہے۔ کسی نے مفہوم قرآن و سنت کچھ سمجھ لیا ہے اور کسی نے کچھ..............."

... کی ڈیٹیل مارکس (DETAIL-MARKS) حاصل کرنے کیلئے ... ایجوکیشن بورڈ لاہور آیا۔ تو دو دن داتا دربار میں گزارے۔ ... روحانی نشستوں میں بیٹھنے کا اتفاق ہوا۔

فرسٹ ایئر میں تھا۔ کہ حضرت علامہ سیّد احمد سعید کاظمی (جو اس وقت جامعہ اسلامیہ بہاولپور میں تھے) نے متاثر کیا۔ غالباً آخیر ۱۹۶۲ء میں جی۔ پی۔ ٹی۔ کالج آف ٹیکنالوجی بہاولپور کے "ویکسٹن ہال" میں حضرت علامہ کاظمی صاحب نے قانونِ فطرت کے موضوع پہ یورپ کے مفکرین کے حوالہ جات سے ایک یادگار خطاب فرمایا۔

ـــــ خطاب اتنا علمی، جامع اور پُر اثر تھا۔ کہ اُس کا نقشہ میرے ذہن سے آج تک محو نہیں ہوا ہے ـــــ

اسی دوران بہاولپور میں راؤ فضل الرحمٰن مرحوم سی۔ ایس۔ پی (ریٹائرڈ) سابق

ڈپٹی کمشنر، چوہدری طفیل محمد مرحوم سی ایس پی (ریٹائرڈ) سابق اسسٹنٹ کمشنر (جنرل)، راؤ حفیظ الرحمٰن مرحوم سابق ریاستی وزیر صحت و تعلیم، راؤ محمد اختر، ڈاکٹر عبدالمالک، راؤ محمد یوسف، قاری سردار محمد احمد اور راؤ نشاط احمد سے ملاقاتیں ہوئیں ——— مرکزی انجمن ترقی مسلم راجپوتاں راولپنڈی کے صدر میجر رانا عبدالکریم، رانا عطا محمد اور رسالہ ماہنامہ "مسلم راجپوت" کے ایڈیٹر نامور اہل قلم جناب نصرتی چوہان صاحب سے رابطہ قائم ہوا۔ مرکزی انجمن راولپنڈی کی زیر نگرانی کام کرنے والی "خدمت طلباء مسلم راجپوتاں سوسائٹی" کا قیام عمل میں لایا گیا۔ سوسائٹی کے پہلے صدر رانا محمد رفیق وائس پرنسپل ٹیچر ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ بہاولپور بنائے گئے۔ اور ناچیز کو جنرل سیکرٹری منتخب کیا گیا۔

سوسائٹی بہاولپور کے تمام کالجوں میں زیر تعلیم برادری کے طلبہ میں کافی موثر ثابت ہوئی۔ اور بے شمار طالب علم، نوجوان اور بزرگ اس تنظیم کے ذریعے ایک دوسرے سے شناسا ہوگئے۔ اور اپنے اپنے رشتہ داروں کو جاننے اور پہچاننے لگے۔ اور برادری کے بہت سے مستحق طلباء کو مالی امداد دی گئیں۔ مالی امداد دینے والوں میں راؤ فضل الرحمٰن، راؤ حفیظ الرحمٰن اور راؤ محمد اختر پیش پیش ہوتے تھے۔ اللہ تعالیٰ انہیں روز قیامت اجر عظیم عطا فرمائے جب اس سوسائٹی کا کام طلبہ سے نکل کر برادری کے گھر گھر تک پھیلنا شروع ہوا تو مورخہ [illegible] جلسے میں اس کا نام بدل کر "اصلاح راجپوت یونین" رکھ دیا گیا۔ ایک بڑے اجتماع میں اغراض و مقاصد میں ترمیم و اضافہ کیا گیا۔ نئی تنظیم کے صدر ڈاکٹر چوہدری محمد شریف (جو کہ آجکل میو ہسپتال میں ریڈیالوجسٹ ہیں) بنائے گئے۔ اور جنرل سیکرٹری ناچیز ہی کو منتخب کیا گیا۔

ہر مہینے مذکورہ بالا سماجی بہبود کے کام کیلئے تھوڑا سا وقت نکالنا پڑتا

تھا لیکن ذہنی مطالعہ کا یہ حال تھا کہ مختلف مکاتب فکر کے لٹریچر میرے سرہانے پڑے ہوتے تھے۔ مگر مطالعہ کیلئے وقت نہیں تھا۔ درسی کتابوں سے ہی فرصت نہیں ملتی تھی۔ شعر و سخن میں استاد عبدالمجید تمنا کی عادت سے کچھ دلچسپی تھی۔ حیات میرٹھی، اور شباب دہلوی کے ہاں اور مختلف کالجوں میں منعقد ہونے والے مشاعروں میں شرکت ہوتی رہتی تھی۔ چند سال کے بعد شعر کہنا چھوڑ دیئے۔ ایک دن سوچا کہ حفیظ جالندھری اور علامہ اقبال تو بننے سے رہے۔ قابلیت اور اہلیت تو عام شاعروں کے برابر بھی نہیں ہے۔ پھر وقت ضائع کرنے سے کیا فائدہ ——— اسی طرح افسانے، ناول اور ڈراموں سے نہ جانے کیوں نفرت ہوگئی تھی اور ہے۔ میں ان کو وقت ضائع کرنے کے مترادف سمجھتا ہوں۔ میں نے تمام شعر ملک، قوم اور دین اسلام کو سامنے رکھ کر کہے۔ بزم فروغ اردو بہاولپور قائم ہوئی تو مجھے بزم کا جنرل سیکرٹری منتخب کیا گیا۔ بزم کے زیر انتظام مشاعرے منعقد ہوتے۔ کالج کے میگزین "الہٰ آب" کیلئے حصہ اردو میں مجھے بطور سیکرٹری رکھا گیا۔ "عرصہ شعر و شاعری" کے دوران میری کیا سوچ تھی۔ اس کا اندازہ اس طرح کیا جاسکتا ہے۔

(1966ء تا 1967ء)

تمنا ہے کہ جو کچھ میرے دل میں ہے سنا دوں | تمنا ہے حجاب حقیقت کو اٹھا دوں
تمنا ہے کہ میں جذبات مسلم کو عیاں کردوں | تمنا ہے جہاں کو ذرے میں بکھیر کر اکٹھا کردوں

1۔ کاروائی مشاعرہ بعنوان "ایس ای کالج بہاولپور" میں الحاقی طرحی مشاعرہ "روزنامہ" مورخہ 23 فروری 1966ء

2۔ کاروائی مشاعرہ بعنوان "پولی ٹیکنیک انسٹی ٹیوٹ بہاولپور" میں طرحی مشاعرہ "روزنامہ" 13 مئی 1966ء

3۔ خبر روزنامہ امروز مورخہ 24 فروری 1968ء۔

4۔ خبر روزنامہ امروز مورخہ 3 مارچ 1968ء۔

تمنا ہے خدا کے نام پر وہ فرض نبھا دوں | تمنا ہے ستارے آسماں سے توڑ کر لا دوں
تمنا ہی تمنا کا زمانے بھر میں جلوہ ہے | تمنا ہو رفیق راہ تو منزل کی تمنا ہے
تمنا ہے کہ جب قربانی انساں کا وقت آئے | تمنا ہے مجاہد جان کی بازی لگا جائے

○

الٰہی میں دن رات گنگناتا رہوں | شان دین نبی کی بڑھاتا رہوں
باندھ دوں کو توڑ دے قوت حیدری | بت ہر اک بتکدے کے گراتا رہوں
آرزو ہے مجھے زندگی کے لئے | نغمہ ہائے محبت میں گاتا رہوں
یاد تیری ہی دل میں ہمیشہ رہے | آنکھ کو تیرا نقشہ دکھاتا رہوں
اے خدا تو مجاہد کو توفیق دے | تیرے احکام سب کو سناتا رہوں

○

(یا رسول اللہ)

ہم کشتی شکستہ ہیں اگرچہ منجدھار میں | طوفان میں کناروں کے امیدوار ہیں
تھی جستجو زمانے کو جس کی تمہی تو ہو | ساحل شناس ہو گئے گو طوفان زدہ ہیں
جس نے بھی مصطفیٰ کی حقیقت کو پا لیا | مثل خزاں کے اس کو پیام بہار ہیں
ہم پر بھی ہو نگاہ کرم اے کرم نواز | تیرے کرم کے حشر میں امیدوار ہیں
روز جزا مجاہد عاصی کو بخشوا | دو چار نیکیاں ہیں تو بد بے شمار ہیں

○

اے مرد دین نبی کی شان لافانی نہیں جاتی | ادھر ہر خوار ملت کی پریشانی نہیں جاتی
مقاصد زندگی کے منزل اسلام میں پا لو | بشر سے در تیرا ہی اپنی پہچانی نہیں جاتی
مجاہد برتری قوم کی خواب پریشاں ہے | کہ جب تک قوم کی خدمت تماشا ہی نہیں جاتی

○

○

صداقت اسلام کو قوم و وطن کو یاد کر | ملک کو تعمیر میں بنا۔ افراد کو فریاد کر
زندگی برباد ہو کر اک بیاباں بن گئی | خون دل سے اس کو تو سیراب کر آباد کر
گردش پرکار زمانہ ہے تیرے منتظر | حقیقت ہی میں تو پیدا نئی روداد کر
پھول کھلتے ہیں تو کانٹوں سے الجھتا ہے | رات دن کی محنتوں سے زندگی کو شاد کر
ہیں تیرے ہی انسان کی کرتا ہے مجاہد چھوڑ دے | ہاں مگر آقا سے اپنے عاجزی فریاد کر

○

شبستان غفلت میں اے سونے والو
گلستاں میں دیکھو بہار آ گئی ہے

مسلمانو! لوٹا دو پہلا زمانہ | وہ دہراؤ پہلا سنہری زمانہ
پھر اک بار بگڑی ہوئی کو بنا لو | گلستاں میں دیکھو بہار آ گئی ہے
کہیں رد ہو جائے نہ فصل بہاراں | مجاہد نہ برباد ہو یہ گلستاں
جگر کے لہو سے بہاروں کو پالو | گلستاں میں دیکھو بہار آ گئی ہے

○

میں رحم و کرم کی نظر مانگتا ہوں | گہر سے میں آب گہر مانگتا ہوں
میں طوفاں میں ڈھونڈتا ہوں کنارہ | میں بحر طلب میں ہنر مانگتا ہوں
نہیں آرزو مجھکو عیش و طرب کی | میں آہوں میں اپنی اثر مانگتا ہوں
مری آرزو بھی عجب آرزو ہے | میں فردوس سے چشم تر مانگتا ہوں

○

اس چمن کی بہار کبھی بھی چمن میں ہے | جیسی بہار ہو تو اپنے وطن میں ہے
ماہ و نجوم ماند ہیں ذرات کے سامنے | "ہر ذرہ آفتاب ہمارے وطن میں ہے"
لو زاں صنم کدہ ہے مجاہد کے سامنے | جوش جہاد آج دل بت شکن میں ہے

(سال 1968ء)

خلوص و آشتی لے کر جہانِ نو میں آیا ہوں
وفا سے دوستی لے کر جہانِ نو میں آیا ہوں

مساوات و اخوت کا، محبت کا، مروت کا — شرافت کا، صداقت کا، میں اک پیغام لایا ہوں
سرورِ شادمانی کا، رموزِ زندگانی کا — محبت کی کہانی کا، میں عنواں ہوں کتاب جہاں
میں آیا ہوں گلستاں میں، بہار لیکر شبستاں میں — بکھیرے ہیں پھول دامن میں، بہاریں ساتھ لایا ہوں
اب انساں مسکرائے گا، خوشی کے گیت گائے گا — قدم آگے بڑھائے گا، اک ایسا ساتھ لایا ہوں
نئی ہمت، نئی زندگی لیکر، شعور و آگہی لے کر — مجاہد دلکشی لیکر، جہانِ نو میں آیا ہوں

○

میں مرتا ترے نام پر سیکھ جاؤں — مری آرزو کی یہی انتہا ہے
مجاہد کا جو بھی عمل ہو خدایا — وہ تیرا ہو فرمان، تیری رضا ہو

○

پستیِ تہذیبِ نو کو آسماں سمجھا تھا میں[1] — وادیٔ پرخار کو باغِ جناں سمجھا تھا میں
کام تھا میرا ستاروں پر کمندیں ڈالنا — اپنے ذرہ پا مقامِ کہکشاں سمجھا تھا میں
میری منزل تھی سفر اک مستقل پیہم سفر — زندگی کو رائیگاں درکارواں سمجھا تھا میں
آہ لیکن ٹھوکریں کھا کر ہوا منزل سے دور — راہ کے پتھر کو منزل کا نشاں سمجھا تھا میں
کم نگاہی سے نہ دیکھے سینۂ گلشن کے زخم — دشمنِ گل کو چمن کا پاسباں سمجھا تھا میں
بے خودی میں اے مجاہد کیا خبر کیا کہہ گیا — "اپنے افسانے کو اپنی داستاں سمجھا تھا میں"

○

جو حق آگاہ حق بیں ہو، وہی کردے [illegible] — الٰہی میری آہیں بے اثر ہیں، کر اثر پیدا
صداقت کو جو تابندہ، سرِ باطل کو جھکا دے — ضرورت ہے کہ ہو اقبال جیسا دیدہ ور پیدا

[1] آل پاکستان طرحی مشاعرہ منعقدہ جی پی او بہاولپور میں اس نظم کو دوم پوزیشن ملی۔
(روزنامہ امروز 23-2-68)

اندھیرے آج چھٹ جائیں، سحر کا آفتاب ابھرے — یقیناً قطرۂ شبنم میں ہو آبِ گہر پیدا
مجاہد علاج عزم و عمل ہے زندگی اپنی — تو آپ اپنا جہانِ نو عمل سے اپنے کر پیدا

○

بحمد اللہ اب ہے شوقِ بیداری جوانوں میں — وہی شور و فغاں پھر آج ہو گئے گلستانوں میں
چمن کی آگ آ پہنچی ہے اب شاخِ نشیمن تک — ذرا باہر تو دیکھو کیوں پڑے ہو آشیانوں میں
وہ جن کے خون کو ذوقِ عمل نے گرمیاں بخشیں — "نظر آتی ہے ان کو اپنی منزل آسمانوں میں"
مجاہد کیا سبب تھا ڈھونڈ کر تاریخ میں دیکھو — کہ چرچا تھا مسلماں کا زمین و آسمانوں میں

○

آنسو دو گے میرے درد کا درماں کیسے ہو — دشواریٔ حیات کو آساں کئے ہوئے
تنظیم و اتحاد کو، ایماں کو چھوڑ کر — کیوں پھر رہے ہو چاک گریباں کئے ہوئے
اس قومِ لازوال کی وحدت بکھیر کر — بیٹھے ہو اپنی موت کا ساماں کئے ہوئے
وہ اے مجاہد اہلِ حیاتِ دوام ہیں — جو ہیں وطن پہ جان کو قرباں کئے ہوئے

○

یہ ہے اُن جیالے جوانوں کی دھرتی
کہ جن کو زمیں آسماں جانتے ہیں

یہ دھرتی ہے جس کا خدا پاسباں ہے — کہ ہر ایک جس کا جفاکش جواں ہے
یہ ہے عزم والے جوانوں کی دھرتی — کہ جن کو زمیں آسماں جانتے ہیں
وطن ہے کہ جنت بروئے زمیں ہے — بڑی دلکش ہے، نہایت حسیں ہے
یہ ایمان والے جوانوں کی دھرتی — کہ جن کو زمیں آسماں جانتے ہیں
جو پہلے نہ ہرگز لڑیں گے کسی سے — خدا کے سوا کیوں ڈریں گے کسی سے
یہ ہے ان نرالے جوانوں کی دھرتی — کہ جن کو زمیں آسماں جانتے ہیں

ہمارا وطن ہے ۔ ہمارا وطن ہے | مجاہد شہیدوں کا پیارا وطن ہے
یہ اللہ والے حوالوں کی دھرتی | کہ جن کو نہیں آسماں جانتے ہیں

○

اک[1] ہم وہ دشواری سے گھبراتے ہیں | اک وہ کہ جو منزل ہی پہ بستے ہیں
اک ہم ہیں کہ جو شیشے کے بنے ہوئے ہیں | اک وہ کہ پہاڑوں سے جو ٹکرا گئے ہیں
اک ہم کہ ترقی کے وطن کے دشمن | اک وہ ہیں کہ رنگ جن کے لہو لائے ہیں
اک ہم ہیں کہ جینے کا سلیقہ بھی نہیں | اک وہ کہ پہ تیغ و کفن آئے ہیں

○

(نوٹ :۔ سال ۱۹۶۵ء شعر و شاعری کا بھرپور سال تھا۔
تمام کلام اور نظموں سے شعر لئے گئے تو اُنکی
تعداد بہت زیادہ ہو جائے گی ۔ بطور نمونہ
اتنے اشعار ہی کافی ہیں)

○

(سال ۱۹۶۵ء اور اس کے بعد)

کوئی پوچھے کو منصور کیسا ہے | ڈھونڈو ! ہم میں بھی کوئی کھڑا ہے
جس نے سب کو برابر کہا ہے | بھلا یہ بھی جہاں میں ہوا ہے
"تم بھی رکھتے ہو عزت فخر ہو" | کہہ کے لوگوں کو بہکا دیا ہے
اور غریبوں کے کو جیسے ہی نہ | اپنی جھولی کو پھیلا دیا ہے

---

۱ ۔ آل پاکستان انٹر کالجیٹ مشاعرہ (MUSICAL-CONCERT)
منعقدہ گورنمنٹ ڈگری کالج بہاولنگر (۱۹۶۵-۳-۱۰) میں یہ نظم نے دوئم پوزیشن حاصل کی ۔

ہمارے گزر سکے جہاں زندگی تنہا | دیکھیں کہ اہل ایسی ادا کیلئے ہو کون
سولی کیلئے شیخ کا کیا خوب فیصلہ | محسن کے سوا ایسے صلہ کیلئے ہو کون
اپنے ہی ہو گئے ہوں جہاں آشیاں کا نشانہ | غیروں میں وہاں امید وفا کیلئے ہو کون

○

اگر یہ سچ ہے۔ "ہمیشہ دیر سے اقبال آتا ہے" | تو پھر جانے میں بھی تاخیر ہونی چاہئے اقبال
اگر یہ سچ ہے کہ روتی آنکھ سے گوہر برستا ہے | یہ چشم تر میں بھی تاثیر ہونی چاہئے اقبال
جنون عشق احمد مصطفےٰ ہے اس مجاہد کو | تیری شہرت یہ عالمگیر ہونی چاہئے اقبال

○

اگر عشق احمد سے دل آشنا ہے | تو سمجھو کہ سب کچھ تجھے مل گیا ہے
کہ خوابوں میں ہوتی رہے دید تیری | میری آرزو کی یہی انتہا ہے
مرے جسم و جاں کی متاع الا اللہ | وہ یاد تری برحق جو بعد از خدا ہے
میں تیرے غلاموں میں ہو جاؤں شامل | میری زندگی کا یہی مدعا ہے
دیکھا پیشوا سے مجاہد نے تیسرا | کہ عشق نبی جسکے دل میں لیا ہے

○

---

۱ ۔ حضرت علامہ محمد ... القادری (تاریخ 23 9/31 بلدم)

تعلیمی زندگی کے دوران جیسے کہ میں نے پہلے بیان کیا ہے۔ کہ سماجی بہبود کے کاموں اور شعر و سخن میں تو دلچسپی تھی مگر جب سیکنڈ ایئر میں پہنچا اور کالجوں میں طلباء یونینوں کے الیکشن ہوئے تو مجھے جنرل سیکرٹری سٹوڈنٹس یونین (جی۔پی۔سی کالج آف ٹیکنالوجی) منتخب کر لیا گیا[1]۔ کالج کی سٹوڈنٹس یونین کے ہم تمام عہدیداران سے حلف چیف جسٹس (ریٹائرڈ) شیخ انوار الحق نے لیا تھا۔ وہ اُس وقت جج تھے۔ اِن تمام سرگرمیوں اور ذمہ داریوں کے سبب میرے معمولات میں تبدیلی آنا فطری بات تھی۔ اب میں صرف درسی کتابوں کا کیڑا نہیں رہا تھا پہلی تبدیلی تو یہ ہوئی کہ میرا رجحان سیاست کی طرف ہوا۔ یہ مرحوم صدر ایوب اور گورنر موسیٰ کا دور تھا ——— سیاسی نظریوں کو جاننے کی جستجو ہوئی۔ سوچنے لگا کہ کس جماعت کا معاشی معاشرتی اور نظام حکومت سے متعلق "پارٹی منشور" عدل و انصاف پر مبنی ہے۔ ——— دوسری تبدیلی یہ ہوئی کہ یہ معلوم کیا جائے کہ ———

"برصغیر کے مسلمانوں کے مذہبی اور دینی گروہوں میں کونسا گروہ ایسا ہے جو کہ دینِ حق کے زیادہ قریب ہے ——— وہ کونسی قد آور علمی شخصیت ہے۔ جو کہ قرآن و سنت کے مفہوم کو دوسروں کی نسبت زیادہ صحیح اور بہتر سمجھ سکی ہے۔ قانونِ قدرت ہے کہ فہم و ذکاء اور بصیرت کے لحاظ سے تمام شخصیتیں برابر نہیں ہو سکتی ہیں۔ اگر تمام مفسرین اور مفکرین کا میرٹ بنا لیا جائے۔ تو لازماً ایک شخصیت سرِ فہرست بھی ہوگی "

مذکورہ بالا دونوں باتوں کے حتمی نتائج پر پہنچنے کیلئے میں نے حالات کا تجزیہ کرنا شروع کر دیا۔ اور باقاعدہ مطالعہ کی ضرورت محسوس کی۔ اسی دوران مرحوم صدر ایوب کے خلاف عوامی تحریک اٹھی۔ اور ذوالفقار علی بھٹو کی قیادت

[1] [illegible] ۱۷ مئی ۱۹۶۸ء

میں یہ تحریک آسمان سے باتیں کرنے لگی۔ پیپلز پارٹی نے معاشرتی اور معاشی انصاف کا نعرہ لگایا۔ اور استحصالی اور منافقانہ قوتوں کے خلاف جہاد کرنے کا اعلان کیا۔ معاشی انصاف کا مشن کوئی معمولی مشن نہیں ہوتا۔ لہٰذا پاکستان کے پسے ہوئے غریب طبقے پیپلز پارٹی کی طاقت بننا شروع ہو گئے۔ میں نے بھی پیپلز پارٹی کیلئے کام کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ پہلے طلباء میں سرگرمیاں جاری رہیں۔ پھر پاکپتن کے راؤ ہاشم خاں ایم این اے اور غلام فرید چشتی ایم پی اے کے انتخابی حلقوں میں پیپلز پارٹی کیلئے رات دن کام کیا۔

تعلیم سے فارغ ہو چکا تھا اور جنرل حبیب اللہ کے ادارے بیکو کی خرید کردہ مستقیم کاٹن ملز سے میں نے اپنی ملازمت کا آغاز کیا۔ جنرل حبیب اللہ کے بعد یہ مل جب پنجاب انڈسٹریل ڈویلپمنٹ بورڈ (P.I.D.B) کے پاس آئی تو پیپلز پارٹی کی ضلعی قیادت نے ٹریڈ یونین ازم میں حصہ لینے میں دلچسپی لی۔ پیپلز لیبر یونین قائم ہوئی اور مجھے جنرل سیکرٹری رکھا گیا[1]۔ میں اُس وقت پیپلز پارٹی سب ڈویژن پاکپتن کی مجلس عاملہ کا ممبر[2] بھی تھا۔

جب میں نے اوکاڑہ میں ملازمت کی تو انجمن منظم راجپوتاں راولپنڈی کے مرکزی عہدیداروں سے سابقہ تعلق کے تحت خط و کتابت ہوئی تو انہوں نے اوکاڑہ میں برادری کی فلاح و بہبود کیلئے تنظیم قائم کرنے پر زور دیا۔ میں نے متعلقہ دوستوں اور عزیزوں سے مشورہ کیا۔ آخر ڈپٹی راؤ محبوب علیخاں مرحوم (ریٹائرڈ) مال آفیسر کے ساتھ ایک طویل میٹنگ ہوئی۔ مرحوم نے میٹنگ میں جو موقف اختیار کیا۔ اس وقت تو مجھے اُس کی اہمیت کا احساس نہیں تھا۔ مگر آج چودہ (14) سال بعد

[1] ہفت روزہ [illegible] لاہور، جلد نمبر ۹ شمارہ نمبر 8 مورخہ ۶ جون ۱۹۷۲ء (صفحہ نمبر ۶)
[2] روزنامہ مساوات لاہور (۱۹۷۲ء)

مرحوم کی دور اندیشی اور فہم و فراست یاد آرہی ہے ۔ انہوں نے کہا تھا ۔
" اوکاڑہ میں مرکزی انجمن راجپوتاں راولپنڈی کی برانچ قائم کرنے کی بجائے سنٹرل مسلم راجپوت ایسوسی ایشن (جو کہ پہلے ہی اوکاڑہ میں رجسٹرڈ ہے اور ایک راجپوت ہائی سکول کو چلا رہی ہے) کو فعال اور مستحکم بنایا جائے ۔ یہ خطرہ موجود ہے سکول اور دیگر ادارے کسی بھی وقت قومی ملکیت میں جا سکتے ہیں ۔ اور اس کے بعد مجھے ایسا لگتا ہے کہ ایسوسی ایشن کو چلانے والا کوئی نہیں ہوگا ۔ بزرگ ایک ایک کرکے رخصت ہو چکے ہوں گے ۔ لہٰذا کیوں نہ ایسوسی ایشن سے سکول کے علاوہ برادری کے دیگر فلاحی اور اصلاحی کام بھی لیے جائیں " ۔
مال آفیسر مرحوم نے کتنے پتہ کی بات کی تھی ۔ واقعی آج راجپوت ہائی سکول گورنمنٹ کی تحویل میں ہے اور راجپوت ایسوسی ایشن کا وجود برادری میں ختم ہے ۔ حالانکہ ایسوسی ایشن کو قائم و دائم رکھنے والے بہت سے حضرات (جنرل امراؤ خاں ، راؤ افضل خاں ، جنرل فرمان ، احسان اللہ خاں ، ڈاکٹر علی بہادر خاں وغیرہ) اب بھی حیات ہیں ۔ ان کیلئے ایک لمحہ فکریہ ہے کہ سکول گورنمنٹ کی تحویل میں چلا گیا تو کیا ہوا ایسوسی ایشن تو زندہ رہنی چاہیئے تھی ۔ ایسوسی ایشن تو برادری میں ایک دوسرے سے رابطہ اور اتحاد و اتفاق قائم کرنے کے لیے بزرگوں کی دی ہوئی ایک نشانی اور وراثت تھی ۔
الغرض ڈپٹی محبوب علیخاں مرحوم اور میں نے برادری کا ایک اجلاس بلایا اور " راجپوت ایسوسی ایشن " قائم کر دی گئی ۔ مختلف تقاریب اور جلسوں میں انتظام اور تنظم و ضبط رکھنے کیلئے ایسوسی ایشن کے ممبران

پر مشتمل ایک " رضاکار تنظیم " (گارڈز) بھی بنائی ۔ ایسوسی ایشن کے پہلے صدر ڈپٹی محبوب علی خاں مرحوم منتخب ہوئے ۔ اور جنرل سیکرٹری راقم کو بنایا گیا ۔ ایسوسی ایشن نے مرکزی انجمن راجپوتاں راولپنڈی کے ساتھ مل کر برادری کے اتحاد و اتفاق اور رفاہی و اصلاحی بہت سے کام سرانجام دیئے ۔ بیوہ خواتین میں سلائی مشین کی تقسیم ، شادی غمی کے موقعوں کے لیے دریوں کا انتظام ، قبرستان کیلئے کھدائی کے اوزاروں کی فراہمی وغیرہ کے کام ہوئے ۔ ۵/۷۶ کو میں نے فوجی فاؤنڈیشن لائل پور کاٹن ملز میں ملازمت اختیار کر لی اور ایسوسی ایشن کا چارج اس وقت کے جنرل سیکرٹری کو دے کر میں اوکاڑہ سے فیصل آباد منتقل ہو گیا ۔
جیسے کہ اوپر بیان کیا کہ میں نے اوکاڑہ میں کم و بیش عرصہ چار سال مختلف اوقات میں بحیثیت جنرل سیکرٹری راجپوت ایسوسی ایشن ، بحیثیت جنرل سیکرٹری پیپلز لیبر یونین ، بحیثیت ممبر مجلس عاملہ پاکستان پیپلز پارٹی سب ڈویژن پاکپتن شریف کام کیا ۔ اس دوران مشہور عالم دین ابوالبیان حضرت مولانا غلام علی اوکاڑوی کے جمعہ کے خطبات اور دیگر اجتماعات میں اُن کے مدلل بیانات و افکار سے کافی مدد ملی ۔
میں اپنے نام کے ساتھ " اکاڑی " لکھتا تھا ۔ کھدر لباس والے مرحوم رانا غلام صابر رحمۃ اللہ علیہ سابق ممبر اسمبلی اوکاڑہ (رانا اکرام ربانی کے والد)

حاشیہ ۱ ۔ مجھے ان سرگرمیوں / عہدوں پر آج کوئی فخر نہیں ہے ۔ یہ سب کچھ محض اس لیے تحریر کیا گیا ہے کہ انجینئر نے ماضی میں وقت ضائع کرکے جو ٹھوکریں کھائیں اور تجربات حاصل کیے اور جب اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے حقیقت سمجھنے کی توفیق ملی تو اس کا ذکر کیے بغیر پوری حقیقت حال سامنے نہیں آسکتی تھی ۔
۲ ۔ ایسوسی ایشن کا ... نام اور ... سے تھی ۔ واسطہ کتاب میں بیان کرنے کا کچھ فائدہ نہیں ہے ۔

سے بھی اس لفظ پر بحث ہوئی تھی (آج بھی میرے نام کے ساتھ "اراڈ" میں پہلا حرف "الف" سے مراد "اگاڑی" ہے "اراڈ" یعنی "اگاڑی راڈ" "اگاڑی کے معنی "آگے بڑھ کر کام کرنے والا" کے ہیں۔ بعد میں مجھے علم ہوا کہ پیپلز پارٹی کے دور میں بعض اسلام پسند اور دیگر مہربان "اگاڑی" کے معنی کامریڈ کرتے رہے اور یوں مجھے سوشلسٹ اور کمیونسٹ سمجھتے رہے (چند اسلام پسند جماعتیں ایسی ہیں۔ کہ انہوں نے اپنی مذہبی چودھراہٹ دکھانے کیلئے یہ اصول بنایا ہوا ہے کہ جو بھی ان کا مخالف ہے اور تھوڑی سی بات معاشی انصاف کی کر دیتا ہے تو وہ اسکو "سوشلسٹ" قرار دے دیتے ہیں) اس دور کی میری ایک حسب ذیل تحریر سے شاید یہ اندازہ ہو کر میں کیا تھا۔ جو کہ تقریباً چودہ سال قبل روزنامہ مشرق میں "ماضی نے حال کو اخلاقی جراثیم دیئے ہیں" کے عنوان سے نمایاں جگہ (رنگین صفحہ آخری) پر شائع ہوئی تھی

"معاشرہ میں جدید طریقے اور رنگ ڈھنگ، جن کی اساس عریانی فیشن پرستی، آوارگی اور حسن وعشق ہے۔ کو دو زاویہ نگاہ سے دیکھا جائے تو اصل صورت حال سامنے آجاتی ہے۔

اول۔ جب یہی طور طریقے آزاد اور بے دین افراد میں پائے جائیں تو یہ ان کے لیے ترقی وخوشحالی کی منازل طے کرنے میں مددگار ومعاون ثابت ہوتے ہیں۔ اور حسن وعشق، عریانی وفیشن پرستی اور شراب نوشی ان کے لیے تسکین روح کا ذریعہ ہوتی ہے۔

دوئم۔ اگر یہی طور طریقے اور رنگ ڈھنگ ان اصولوں کے پابند اور "غیرت شناس دین دار" افراد میں مروج ہونا شروع

روزنامہ مشرق لاہور صفحہ آخری مؤرخہ 17 دسمبر 1972ء

ہو جائیں۔ تو نہایت بدترین معاشی بگاڑ کی شکل اختیار کر جاتے ہیں۔ اور دنیاوی وروحانی اور دنیاوی سکون تباہ وبرباد کر دیتے ہیں۔ اور معاشرہ افراد ہمیشہ کے لیے لاعلاج روحانی امراض میں مبتلا ہو جاتے ہیں"..........

"قیام پاکستان کو ابھی پچیس چھبیس سال ہونے ہیں۔ پاکستان میں پیدا ہونے والا بچہ ابھی تک تعلیم وتربیت کے مراحل سے پوری طرح فارغ نہیں ہوا ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اب تک معاشرہ کی قیادت نئی نسل کی بجائے ہمارے بزرگوں کے ہاتھ میں رہی ہے۔ اور وہ تمام برائیاں جنہیں ہمارے معاشرہ میں آزادی کے ساتھ پروان چڑھنے کا موقع دیا جاتا رہا۔ ہمارے بزرگوں کی کوتاہی کا جیتا جاگتا ثبوت ہیں ـــ حقیقت تو یہ ہے۔ کہ ایک طرف ہمارے بزرگ معاشرتی بگاڑ کی تمام تر ذمہ داری نئی نسل پر ڈالتے ہیں اور دوسری طرف غیر ممالک کی عریاں فلمیں۔ فحش کتابیں اور "برہنہ ثقافتی پروگرام" کی ترقی کے لیے سرکاری خزانہ سے کروڑوں روپیہ خرچ کیے جانے کی منظوری دیتے رہے ہیں۔ ایک طرف نوجوانوں کو ماڈرن بننے سے گریز کرنے کی تلقین کی جاتی ہے۔ اور دوسری طرف دشمن اور بے مقصد پراگراموں کے لیے ریڈیو، ٹیلی ویژن اور سینما گھر قائم کر دیئے ہیں۔ جن کے ذریعہ نت نئی عریانی اور فیشن پرستی کی ترغیب دی جاتی ہے"... ـــ

ہو کیا ہمارے ریڈیو سٹیشن "ٹی وی" سینما گھر اور اخبارات ورسائل ہماری تہذیب وثقافت کی ترجمانی کر سکتے

ہیں؟ اور کیا ان قومی اداروں کی بوگس اور فحش پالیسی نئی نسل نے مرتب کی ہے؟ ان باتوں کا جواب ہمارے بزرگوں کے پاس سوائے خاموشی کے اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ جب مذکورہ اداروں کے پروگرام اور پالیسیاں نئی نسل کے ہاتھوں مرتب ہی نہیں ہوئی ہیں۔ تو پھر معاشرتی برائیوں کی ذمہ داری نئی نسل کے سر تھوپنے کا جواز کس قاعدے کلیے کے تحت پیدا ہوتا ہے۔؟

در حقیقت معاشرتی برائیوں کے افتتاح کا سرخ فیتہ ہمارے بزرگوں نے اس دن کاٹ دیا تھا۔ جس دن وہ انگلینڈ سے نہ صرف فارغ التحصیل ہو کر وطن واپس آئے بلکہ اہالیانِ وطن کے لیے مغربی طور طریقے اور رکھ رکھاؤ کا "مجموعہ تحائف" بھی اپنے ساتھ لائے۔ وطنِ عزیز کے سادہ لوح عوام اور نیم تعلیم یافتہ طبقہ نے قوم کا عظیم سرمایہ سمجھ کر ان نام نہاد بزرگ وڈیروں کے دامِ جال کو قبول کر لیا۔ جب وہ عوام کے منہ میں لگام ڈال کر ان کی گردن پر سوار ہونے میں کامیاب ہو گئے۔ اور جب عوام کی نکیل کی رسی انہوں نے اپنے عیاش ہاتھوں

۱۔ ٹی۔ وی کے ڈراموں اور فلموں میں شادی سے پہلے لڑکا لڑکی کا ناچنا گانا سرعام دکھایا جاتا ہے اور دوسرے بے شمار کردار ایسے ہیں کہ پاکستان کے چاروں صوبوں کی کسی بھی تہذیب اور قوم میں یہ رسم و رواج موجود نہیں ہیں۔ جب یہ باتیں پاکستان کے کسی بھی علاقہ یا گروہ کی تہذیب میں نہیں پائی جاتی ہیں تو پھر قومی ذرائع ابلاغ سے رات دن اس کا پرچار کیوں؟

۲۔ مقصد یہ ہے کہ بے پردگی، عریانیت اور آزادگی کو ختم کرنے کی ذمہ دار حکومت

4

میں تھام لی۔ تو پھر انہوں نے جدید ترقی و خوشحالی اور مختلف قسم کے اسلامی نام دے کر وہی "مجموعہ تحائف" جو وہ مغرب سے لائے تھے۔ عوام کو پیش کیا۔ عوام نے "جدید ترقی" کے لیبل لگے ہوئے تحائف کے پیکیٹ کو کھولا تو اس میں ہزاروں نایاب اشیاء برآمد ہوئیں۔ جن میں عورت (بطور شمع محفل)، شراب، فیشن، عریانی، بے حیائی اور فحاشی جیسی "انمول" چیزیں بھی موجود تھیں۔ ان تمام اشیاء پر اسلامی رنگ و روغن کر کے اس طرح چمکا دیا گیا تھا۔ کہ عوام ان کے محرکات کی تہہ تک پہنچنے سے قاصر تھے۔ جب ان تحائف کو عوام میں تقسیم کرنا شروع کیا گیا تو عوام نے پہلے تو ہچکچاہٹ محسوس کی۔ لیکن نکیل کے مسلسل جھٹکوں سے مجبور ہو کر بالآخر تحائف کی تقسیم کی مخالفت ترک کر دی۔ اس طرح ہمارے "دوستوں" و "ہمدردوں" نے شب و روز کی تھکا دینے والی محنت سے یورپ کے تحائف گھر گھر پہنچا دیئے۔ اور جو دور دراز کے علاقوں میں کچھ گھرانے بقایا رہ گئے تو وہاں تک مذکورہ بالا تحائف کو پہنچانے کے لیے ہمارے بزرگوں (مغرب پرست حکمرانوں) نے کروڑوں روپوں کے بجٹ سے پروگرام[1] اور مغربی تکمیل دیئے[2]

جن دینی امور پر میں نے مطالعہ جاری رکھا ہوا تھا۔

اوکاڑہ میں میرے قیام کے آخری سال سے ذرا پہلے (۱۹۷۲ء) میں میرا مطالعہ مکمل ہو گیا۔ اور میری دنیا ہی بدل گئی۔ شب و روز کے تجربوں، حالات و واقعات کے تجزیوں اور گزشتہ آٹھ سال سے جاری مطالعہ سے جو نتائج اخذ ہوئے وہ یہ تھے۔

۲۔ یعنی نام اسلام کا لیا جا رہا تھا۔ اور اسلام کا ان باتوں سے دور کا واسطہ نہ تھا۔
۱۔ یعنی سینما، مخلوط تعلیم، آرٹس کونسلیں، ثقافتی پروگرام اور وفود، تھیٹر پروگرام وغیرہ۔

کو خیر باد کہہ دیا۔

اب میں پندرھویں صدی کے ایک مستند و ممتاز محقق، مفکر اور مفسر کی جستجو میں رہنے لگا۔ میں نے مختلف مذہبی و دینی شخصیتوں کی چھان بین شروع کر دی۔ اور ہر نئے چہرے کی تحقیقی اور فکری صلاحیتوں کو دیکھنا شروع کر دیا۔ اس دوران مختلف حلقوں میں پروفیسر محمد طاہر القادری کا ذکر سنا۔ اس وقت وہ لاہور منتقل ہو چکے تھے۔ میں نے ان کی کتابوں میں دلچسپی لی۔ میڈیکل کالج میں جماعت اسلامی خیال کے ایک پروفیسر ہیں۔ انہوں نے بھی علامہ طاہر القادری کی تعریف کی۔ ساہیوال میں "کنز الایمان اور اسکی فنی حیثیت" (بتاریخ ۲۳ جون ۸۲ ساہیوال) کے موضوع پر انکے خطاب نے تو مجھے بے حد متاثر کیا۔ الغرض علامہ محمد طاہر القادری کے متعلق جتنی معلومات حاصل کرتا گیا اتنا ہی انہیں ہمہ صفت موصوف پایا۔

جب پہلے دن وہ ٹیلیویژن پر خطاب فرما رہے تھے۔ اسی دن میں نے انکے مشن سے وابستہ ہونے کا فیصلہ کر لیا۔ ایک شام ملاقات کیلئے لاہور گیا۔ ملاقات نہ ہو سکی پھر سوچا کہ جب ایک ادارہ سے وابستہ ہونے کا فیصلہ کر ہی لیا ہے۔ تو پھر ملاقات کر کے اہمیت جتانے کا کیا مقصد؟ ......

ایک دن لاہور گیا۔ اور ادارہ منہاج القرآن کی رفاقت حاصل کر لی۔

اس سے پہلے میں کبھی کسی دینی ادارہ کا باضابطہ ممبر یا رکن نہیں بنا تھا۔ گو میں اپنا مرکزی مجلس رضا لاہور سے پوری طرح متفق تھا۔ مگر وہ کتابیں شائع کرنے کی حد تک ایک محدود ادارہ تھا۔ لہذا ادارہ منہاج القرآن میں شمولیت کے بعد میں نے دوسرے نمبر پر مرکزی مجلس رضا میں شرکت کو ترجیح دی۔

"جنون کی تو پھر بھی کوئی حد ہوتی ہے مگر جو محبت محمد طاہر القادری اور ادارہ

منہاج القرآن سے مجھے ہے۔ شاید اسکی کوئی حد نہیں ہے ـــ اور یہی چیز میں نے دوسرے رفقاء میں دیکھی ہے"

مختصر یہ کہ میں نے اٹھارہ سال کا طویل سفر طے کر کے "ادارہ منہاج القرآن" سے وابستگی اختیار کی۔ ماضی کے دشوار گذار مرحلوں کے دوران بڑی بڑی ٹھوکریں کھائیں اور زندگی کئی مرتبہ تاریکیوں میں ڈوبتے ڈوبتے بچی ـــ خدا کا شکر ہے کہ آج قلب و ذہن شاداں و مطمئن ہے۔ اور ادارہ منہاج القرآن کے پلیٹ فارم سے منزل مراد صاف نظر آ رہی ہے ماضی کے تلخ و شیریں تجربوں اور مشاہدوں سے جو کچھ حاصل ہوا۔ میرا خیال تھا کہ اس میں چیدہ چیدہ موضوعات روزنامہ جنگ اور روزنامہ نوائے وقت میں شائع ہوں۔ مگر قومی اخبارات کی حالت کا اندازہ لگائیے۔ کہ ڈاکٹر اسرار احمد جیسے مشہور دانشور نے اپنی تحریر "استحکام پاکستان" کو اخبار میں شائع کروانے کیلئے کیا طریقہ اختیار کیا۔ ورنہ شاید یہ تحریر قومی اخبار میں نمایاں جگہ حاصل نہ کر سکتی۔ حالانکہ ڈاکٹر اسرار احمد مشہور صحافی الطاف حسین قریشی کے رشتہ داروں میں سے ہیں اور صحافت کے میدان میں "قریشی برادران" کی اہمیت کسی سے ڈھکی چھپی بات نہیں ہے۔ اس کے باوجود ڈاکٹر اسرار احمد کی تحریر اخبار میں کیسے شائع ہوئی۔ ڈاکٹر صاحب کی زبانی سنیئے۔

* رفیق گرامی شیخ جمیل الرحمن صاحب کے دیرینہ تعلقات اور نوجوانی کے دور کے محبت و رفاقت کا رشتہ میر خلیل الرحمن صاحب سے تھا۔ انہوں نے میر صاحب

سے وعدہ حاصل کر لیا۔ کہ یہ مضامین "استحکام پاکستان" کے موضوع پر) ہر جمعہ کو لازماً جنگ کے جملہ ایڈیشنوں میں بیک وقت شائع ہوں گے۔ میں میر صاحب کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے اپنے اس عہد کو پوری طرح نبھایا۔[1]

ڈاکٹر اسرار احمد کے بڑے بھائی اظہار احمد قریشی جو میرے قابل احترام "جزل بینجر" قبلہ سید انور علی شاہ بخاری کے گہرے دوست ہیں۔ اظہار صاحب کی مہربانی ہے کہ مجھ ایسے گنہگار کو بھی اپنا "پیارا دوست" سمجھتے ہیں۔ اور جنکی "قریشی مختصر کمپنی" تعمیرات کے سلام کرنے میں مشہور ہے۔ انہوں نے کتاب "استحکام پاکستان" کی ایک کاپی ناچیز کو بطور تحفہ ان الفاظ کے ساتھ ارسال کی ہے۔

"PRESENTED TO DEAR FRIEND AND SULTAN [illegible] TEXTILE MILLS [illegible] THIS WRITING OF MY YOUNGER BROTHER"

استحکام پاکستان کے عنوان سے تحریروں کا سلسلہ جب روزنامہ

1۔ کتاب "استحکام پاکستان" ص 4 از ڈاکٹر اسرار احمد۔

جنگ میں شائع ہوا۔ تو اس پر بہت سے تنقیدی مضامین بھی شائع ہوئے۔ جن میں پروفیسر وارث میر اور عبداللہ ملک کے مضامین انتہائی سخت تھے۔ اور "استحکام پاکستان" پر بحث کی آڑ میں ہر دو معزز صحافیوں نے اسلامی نظام کی مخالفت پر اپنا زور قلم استعمال کیا (حالانکہ تحریر "استحکام پاکستان" میں بہت سی باتیں خلاف حقیقت بھی ہیں۔ ان پر زور قلم استعمال کرنا چاہیئے تھا) میں نے ہر دو صحافیوں کے مضامین پر اپنا نقطۂ نظر تحریر کیا اور میں نے اپنی دونوں تحریریں (مؤرخہ 4/8 اور 13/8) روزنامہ جنگ لاہور اور روزنامہ نوائے وقت لاہور کو ارسال کر دیں۔ مجھے امید نہیں کہ "قومی اخبارات" میری تحریروں کو شائع کر کے وارث میر اور عبداللہ ملک کی ناراضگی مول لیں گے۔ بہرحال میں نے اپنا فرض ادا کر دیا ہے۔[2]

ہاں تو بات یہ ہو رہی تھی کہ میں نے قومی اخبارات کے ذریعے اپنی تحریروں کی اشاعت کا ارادہ کیا۔ لیکن لمبی چوڑی تحریروں کی اخبارات میں اشاعت ناممکن ہے۔ لہٰذا فیصلہ یہ کیا کہ اپنے خیالات کا اظہار موضوع کے لحاظ سے مختلف کتابوں کے ذریعے کرنا زیادہ بہتر ہے۔ اگر کتابوں میں مفید اور کارآمد مواد موجود ہوا۔ تو انشاءاللہ اُسے مسلمان مطالعہ کے لیے منتخب کریں گے۔

اسی جذبہ کے تحت (کتابیں لکھنے سے قطعی ناآشنا ہونے کے باوجود) میری پہلی کاوش "قرآن کے صحیح اور غلط اردو ترجموں" کی پہچان مسلمانوں کے سامنے ہے۔

خدا ہم سب کو توفیق دے کہ جو حق بات ہو ہم اُسی کو تسلیم

٭٭ روزنامہ جنگ نے میری دو تحریریں [illegible] میرے مضمون پر تبصرہ [illegible]
"[illegible]" [illegible] ہے۔ افسوس [illegible]

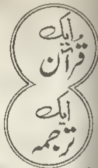
کریں ۔ " حق شناسی " دراصل منزلِ مراد پا لینے کا ایک سرٹیفکیٹ ہوتا ہے ۔

—— آؤ ! عہد کریں کہ ہم " حق شناس " بنیں گے ۔
تاکہ خدا ہم پر راضی ہو جائے ۔ اور
حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا حلقۂ شفاعت
ہمیں نصیب ہو جائے ۔
آمین ! ——

۶ ، رمضان المبارک ۱۴۰۵ھ

۶ ، مئی ۱۹۸۶ء بروز جمعۃ المبارک

سلطان مجاہد صابری
سینئر سول انجینئر ۔ او ۔ ٹی ۔ ایس
اوکاڑہ



(موضوع)

" قرآن مجید کے صحیح اور غلط اردو ترجموں کی پہچان "

جلد اوّل

(حصہ اوّل و دوم)

خطیب حضرات اور والدین سے گذارش

(1)

کتاب "ایک قرآن ایک ترجمہ" دو جلدوں اور چار حصوں (ہر جلد میں دو حصے) پر مشتمل ہے۔ اور ہر حصہ میں تیس تبلیغی درس ہیں۔ کل درس ۱۲۰ ہیں۔ اپنے گھر میں یا محلہ کی مسجد میں روزانہ ایک درس پڑھا جائے تو چار ماہ میں یہ کتاب ختم ہو سکتی ہے۔

(2)

یہ بھی کیا جا سکتا ہے۔ کہ چاند کی پہلی تاریخ کو تبلیغی درس ۱ ، دوسری تاریخ کو تبلیغی درس ۲ اور اسی طرح باقی درس پڑھے جائیں۔ اگر چاند ۲۹ کا ہو تو ۲۹ کے بعد پہلی تاریخ کو تبلیغی درس ۳۰ اور ۱ (یعنی دو درس) پڑھ لیے جائیں۔ تاکہ تاریخوں کی کمی بیشی کا حساب برابر ہو جائے۔ مقصد یہ ہے۔ کہ چاند کی جو بھی تاریخ ہو۔ تبلیغی درس کا وہی نمبر ہو۔ اس طرح سننے اور سنانے والوں کو احساس رہیگا کہ آج چاند کی تاریخ کونسی ہے۔ اور سنائے جانے والے درس کا نمبر کیا ہے۔

ارشادِ باری تعالٰی جل جلالہٗ

فَسْئَلُوْٓا اَھْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ

(سورہ انبیاء آیت ۷)

ترجمہ

اے لوگو!
علم والوں سے پوچھو
اگر تمہیں علم نہ ہو

نذرانۂ عقیدت بحضور صلی اللہ علیہ وسلم

(از :- اعلیحضرت مجدد امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ

وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں ۔
تیرے دن اے بہار پھرتے ہیں ۔
جو ترے در سے یار پھرتے ہیں ۔
در بدر یونہی خوار پھرتے ہیں ۔
آہ کل عیش تو کیے ہم نے ۔
آج وہ بے قرار پھرتے ہیں۔
اس گلی کا گدا ہوں میں جس میں ۔
مانگتے تاجدار پھرتے ہیں ۔
جان ہیں جان کیا نظر آئے ۔
کیوں عدو گرد غار پھرتے ہیں ۔
لاکھوں قدسی ہیں کام خدمت پر ۔
لاکھوں گرد مزار پھرتے ہیں ۔
کوئی کیوں پوچھے تیری بات رضا ۔
تجھ سے کتنے ہزار پھرتے ہیں

ارشاد

حضرت سیدنا غوث الاعظم شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(از کتاب فتح الربانی صفحہ 141-25-137)

علم عمل کیلئے بتایا گیا ہے ۔ صرف یاد کرنے اور مخلوق کو سنانے کے لیے نہیں ہے ۔ علم پڑھ اور عمل کر ۔

مذہب کے بارے میں بے جا تعصب کو ترک کر اور ایسے کام میں لگو جو تمہیں دنیا اور آخرت میں نفع دے ۔

دل دشمنوں سے قریب رہ کر اندھا ہو جاتا ہے

اللہ کا کلام

اللہ کا کلام قرآن مجید ہے۔ ہمیں تمام رہنمائی اسی سے ملتی ہے۔ دینِ اسلام یہ ہے کہ۔

ہم قرآن کی آیات و عبارات سے "صحیح مفہوم و معانی" پر ایمان لائیں۔

* جب ہماری قرآن فہمی صحیح ہو جائے تو پھر اُس کے مطابق ہمارے اعمال و افعال ہوں۔

آج اُمتِ مُسلمہ میں جتنے فرقے اور گروہ موجود ہیں۔ یہ سب "قرآن فہمی" میں فرق کی وجہ سے پیدا ہوئے ہیں۔ تمام مسلمان فرقوں کا قرآن ایک ہے اُسکی آیات و عبارات ایک ہیں۔ بلکہ زیر زبر تک فرق نہیں ہے پھر مسلمانوں میں گروہ اور فرقہ بندی کیوں ہے۔ وجہ یہی ہے کہ کسی نے قرآن کی آیات کا مفہوم کچھ سمجھا ہے۔ اور کسی نے کچھ سمجھ لیا ہے۔

آج کے بچے اور نوجوان سخت پریشان ہیں۔ کہ وہ کونسے اسلام کو مانیں۔ اور قرآن کے کونسے مفہوم و مطالب کو درست تسلیم کریں۔ آج کے نوجوان کے سامنے قرآن مجید کے بے شمار "ترجمے" اور تفاسیر ہیں۔ ہر ترجمہ کرنے والے اور تفسیر لکھنے والے عالمِ دین کے پیروکاروں کا دعویٰ ہے کہ ان کا راستہ اور ترجمہ و تفسیر صحیح ہے۔ اور ان کا گروہ حق پر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج کے نوجوانوں کی اکثریت اسلام سے بددل ہوتی جا رہی ہے۔ ہم عام طور پر آج کی نئی نسل سے بات کر کے دیکھیں۔ وہ فوراً ایک ہی جواب دیتے ہیں "بھائی ہم کس گروہ کو صحیح تسلیم کریں۔ ہر گروہ اپنے

آپ کو برحق کہتا ہے۔ اسلام تو مولویوں کے کھانے پینے کا دھندہ ہے"

مسلمان بھائیو! اگر ہم آج کی نوجوان نسل کو مطمئن نہ کر سکے تو پھر دینِ اسلام کاغذوں اور کتابوں میں ہی رہ جائے گا۔ اور نئی نسل کی اکثریت اس پر عمل کرنے سے انکاری ہو جائے گی۔ نئی نسل کو تباہی سے بچانے کیلئے ہمیں سب سے پہلا قدم یہ اٹھانا ہوگا کہ کم از کم قرآن پاک کے ایک ترجمہ و معانی پر تو متفق ہو جائیں۔ بعض لوگ اسکو ایک ناممکن امر گردانتے ہیں۔ مگر آج کے پڑھے لکھے دور میں کوئی چیز ناممکن نہیں ہے۔ فرقہ واریت کی ہوا پھیلانے والے افراد سے فیصلہ کروانے کی بجائے ہم خود ہی کیوں نہ قرآن مجید کے تمام ترجموں کو سامنے رکھ لیں۔ ان کا تقابلی جائزہ لیں۔ اور اُن کے معانی و مطالب اور مفہوم کا غیر جانبداری کے ساتھ موازنہ کریں۔ اور قرآنی آیات کا جو ترجمہ اور مفہوم خامیوں اور غلطیوں سے پاک ہو۔ اور مستند، معیاری اور دوسرے ترجموں سے ممتاز ہو۔ اُسی کو ہم نوجوان نسل کے سامنے پیش کر دیں۔

نئی نسل میں شعور کی کمی نہیں

نئی نسل میں شعور کی کمی نہیں۔ اگر اُس کے سامنے سادہ اور آسان الفاظ میں وہ تمام تفصیلات رکھ دی جائیں۔ جو کہ قرآن مجید کے تراجم و تفاسیر میں فرق پر مشتمل ہیں۔ اور نوجوان نسل کو یہ بتا دیا جائے کہ قرآن حکیم کے تمام ترجموں میں سب سے بہتر، معیاری، مستند اور غلطیوں سے پاک ترجمہ کونسا ہے۔ اور باقاعدہ تجزیہ کر کے اور تقابلی تبصروں کے ذریعے یہ بات سمجھا دی جائے کہ قرآن مجید کے بے شمار اردو ترجموں کا آپس میں کیا فرق ہے۔ کونسے ترجمے صحیح ہیں اور کونسے ترجمے ایسے ہیں جو کہ صحیح مفہوم و مطالب بیان نہیں کرتے ہیں۔ تو یقین کریں کہ آج کی نسل دینِ اسلام

دعوتِ حق کی ابتدا قرآن سے کریں

مسلمان ساتھیو! آؤ ہم دعوتِ حق کی ابتداء قرآن سے کریں۔ اور نئی نسل کو ہم یہ یقین دلا دیں کہ قرآن میں کوئی کمی، بیشی اور تضاد نہیں ہے۔ فرق اور تضاد اگر ہے تو وہ قرآن کی آیات کا مفہوم و مطلب سمجھنے والے علماء و مفسرین کی فہم و ادراک میں ہے۔ گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم قرآن پاک کے "اردو ترجموں" کا آپس میں موازنہ کر لیتے ہیں۔ "اردو ترجموں" میں جو فرق ہے اُس کا تجزیہ کرتے ہیں اور تقابلی جائزہ لے لیتے ہیں۔ جس سے دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی الگ ہو جائے گا۔ اور پتہ چل جائے گا کہ کس ترجمہ کرنے والے نے کہاں کہاں غلطی کی ہے۔ اور کس مترجم نے کہاں کہاں صحیح ترین مفہوم بیان کیا ہے ——— کونسا مترجم کہاں کہاں غلط فہمی کا شکار ہو کر قرآنی آیات کا غلط مفہوم بیان کر بیٹھا ہے۔ اور کونسا مترجم تمام اصولوں اور ضابطوں پر پورا اترتے ہوئے قرآنی آیات کے صحیح اور مستند معانی بیان کرنے میں کامیاب ہوا ہے۔

الحمد للہ ہم نے اس کتاب میں یہی حقیقت تلاش کر لی ہے۔ جذبہ صادقہ ہو تو یہ کام کوئی مشکل نہیں ہے۔ قرآن پر ہمارا عقیدہ درست ہو جائے تو سمجھ لیں کہ ہم منزلِ مراد کی پہلی سیڑھی پر چڑھ گئے ہیں۔ پھر صرف عمل باقی رہ جائیگا۔ اور عمل وہی مقبول ہے۔ جو صحیح عقیدہ کے تحت کیا جائے۔ اگر ہمارا عقیدہ صحیح ہو جائے تو ہمارا عمل بھی صحیح ہو جائے گا۔ اگر عقیدہ ہی صحیح نہ ہوگا تو عمل کہاں سے صحیح ہوگا۔

اور قرآن کو سمجھنے کیلئے بے تاب ہو جائے گی ——— نئی نسل کو گمراہ اور شعور سے تہی دامن قرار دیکر ہم دینی تبلیغ و وعظ کے ذریعہ سے سبکدوش نہیں ہو سکتے ہیں۔ لہٰذا دین کی تبلیغ کا دعویٰ کرنے والے ہم سب مسلمانوں کا فرض ہے کہ ہم دین کی تبلیغ کا انقلابی طریق کار اپنا لیں۔ اور اُس کے تحت سب سے پہلے نئی نسل اور نوجوانوں کو صحیح "قرآن فہمی" کی ضرورت سے آگاہ کریں۔ اور ہم فرقوں اور گروہوں سے بالاتر ہو کر صرف حق اور سچ کیلئے نئی نسل کے ایک ایک فرد تک پہنچ کر آج کے دور کے مطابق اسکو "دعوتِ حق" دیں۔

صحیح عقیدہ

یوں تو ہم یہی کہتے ہیں کہ قرآن کی تعلیمات پر ہمارا عقیدہ ہے لیکن قرآن کے کس مفہوم پر ہمارا عقیدہ ہے۔ قرآن کا ایک مفہوم تو مرزا غلام احمد قادیانی نے بیان کیا ہے۔ قرآن کا مفہوم تو غلام احمد پرویز نے بھی بیان کیا ہے ـــــ کیا جو بھی ہمارے سامنے قرآن کا مفہوم اور ترجمہ آجائے اُس پر ہم آنکھیں بند کر کے ایمان لے آئیں گے۔ ہرگز نہیں ـــــ صحیح عقیدہ یہ ہے کہ ہم قرآن مجید کے ایک ایسے ترجمہ و تفسیر کی تلاش کریں۔ جو کہ تمام اردو ترجموں میں مستند و ممتاز اور غلطیوں اور خامیوں سے پاک ہو۔ دینِ اسلام کے متعلق ہمارے دوسرے تمام عقائد خواہ کتنے ہی معیاری کیوں نہ ہوں۔ جب تک ایسے قرآن پاک کو ہم اپنی زندگی کا ساتھی نہیں بنائیں گے۔ جو کہ ترجمہ و تفسیر کے لحاظ سے دوسرے تمام ترجموں اور تفاسیر سے ممتاز و مستند اور غلطیوں سے پاک ہو۔ اُس وقت ہمارا عقیدہ صحیح نہیں ہو سکتا۔ ویسے تو ہم یہ دعویٰ کریں کہ ہم قرآن کے راستہ پر گامزن ہیں مگر قرآن کے جس مفہوم و ترجمہ پر ہم ایمان رکھتے ہیں۔ وہ مفہوم و ترجمہ غیر مستند ہو، عربی لغات و ادب کے مطابق نہ ہو۔ اور بنیادی غلطیوں کا حامل ہو۔ تو پھر ہم اپنے دعویٰ میں سچے کیسے ہو سکتے ہیں۔

مسلمان بھائیو! آؤ عہد کریں کہ ہم اُس وقت تک چین سے نہیں بیٹھیں گے جب تک کہ قرآنِ کریم کے صحیح اور غلط اردو ترجموں کی پہچان نہیں کر لیتے۔ اس کتاب کا مطالعہ انشاءاللہ ہمیں اس قابل بنا دے گا کہ ہم قرآن مجید کی بہت سی آیات اور عبارات کے صحیح اور مستند مفہوم کو سمجھ جائیں گے۔ اور ہمیں قرآن کریم کے درست اور غلط معیاری اور غیر معیاری "اردو ترجموں" کی تمیز ہو سکے گی۔ اور پھر ہم فخر سے کہہ سکیں گے کہ وہ ہمارا عقیدہ ہے۔۔

مطالعہ کا فائدہ

اس کتاب کے مطالعہ کا پہلا فائدہ تو یہ ہوگا کہ مسلمانوں کو بہت سی مفید معلومات حاصل ہوں گی۔ دوسرا فائدہ یہ ہوگا۔ کہ گھر اور مسجد میں سننے والوں کو قرآن پاک کے صحیح اور غلط "اردو ترجموں" کی تمیز ہو جائے گی۔ اور اس طرح آہستہ آہستہ مسلمان بھائی قرآن پاک پڑھنے میں دلچسپی لینے لگیں گے۔ اور پھر یہ تحریک ایک انقلاب کی شکل اختیار کر لے گی۔ لوگ قرآن مجید کے صحیح اور غلط "اردو ترجموں" کی چھان بین کرنا شروع کر دیں گے۔ جب مسلمان عوام کو یہ علم ہو جائے گا۔ کہ قرآن مجید کے اردو ترجموں میں حیرت انگیز فرق ہے۔ تو عوام میں خود بخود یہ جوش و جذبہ پیدا ہو جائے گا کہ قرآن مجید کے صرف اُسی اردو ترجمہ کا مطالعہ اور انتخاب کیا جائے۔ جو کہ مستند و ممتاز اور غلطیوں سے پاک ہو۔ اگر ہم مسلمان عوام میں یہ شعور اجاگر کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔ تو یہ ہماری ایک ایسی قابلِ فخر دینی خدمت ہوگی جس سے آج کا مسلمان قرآن مجید کے مطالعہ میں دوبارہ دلچسپی لینا شروع کر دے گا۔

غیر جانبدارانہ تحقیق

قرآن مجید کے بہت سے اردو ترجمے ہوئے ہیں۔ ان میں صحیح بھی ہیں۔ غلط بھی ہیں۔ اور ایسے بھی جو کہ قابلِ ترجیح اور معیاری نہیں ہیں ـــــ کاش ہم اس بات کو سمجھیں کہ علماء اور محققین (جنہوں نے قرآن مجید کے اردو ترجمے و تفاسیر لکھی ہیں) کے بھی درجے ہیں۔ قدرت ایک عالمِ دین کو تحقیق کی منزل پر فائز کرتی ہے۔ دوسرے محقق کو اس سے بلند مرتبہ دے